اشاعت خاص

دن
Daily DIN

NO HUMAN BEING IS ILLEGAL!
Justice

IMMIGRATION

برطانیہ کے نئے قوانین

سہیل احمد لون

ایشیائی باشندوں کو امیگریشن سے روکنے کی نئی واردات؟

برطانیہ مشرقی یورپ کے مزدوروں کو ایشیائی لوگوں پر فوقیت دے رہا ہے!

یہ ایک فطری عمل ہے کہ انسان جہاں پیدا ہو، جس ماحول میں آنکھیں کھولے، جس زبان میں پہلا لفظ بولے، اس کے ساتھ اس کا تعلق قلبی ہوتا ہے۔ حالات اور قسمت انسان کو دنیا کے کسی کونے پر بھی لے جائیں انسان اپنے دیس کی مٹی، زبان، آب وہوا، ثقافت، لباس، دوست، اور عزیز و اقارب کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی خاص زمین کے پھل، پھول اور پودے کسی دوسری جگہ لگائے جائیں تو وہ آب وہوا، موسم اور زمین راس نہ آنے کی وجہ سے پھلنے پھولنے میں ناکام رہتے ہیں۔ حیوانوں میں بھی ماحول، علاقہ، آب وہوا اور جغرافیہ ان کی رویے پر بڑا اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنے علاقے، ماحول اور موسم کے ساتھ بڑا پیار کرتے ہیں۔ تنکا، تنکا اکٹھا کر کے جب کوئی پرندہ اپنا آشیانہ بناتا ہے تو وہ کبھی اس کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ مگر بعض اوقات کسی قدرتی آفات سے اگر ان کا گھونسلہ ٹوٹ جائے تو وہ کہیں اور گھونسلہ بنانا شروع کر دیتا ہے۔ بعض اوقات کسی طاقتور دشمن کے خوف سے اپنی جان بچانے کے لیے وہ کہیں دور چلے جاتے ہیں، سخت بھوک میں بھی اگر پرندے کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ زمین میں بکھرے دانوں کے ساتھ جال بھی ہے تو عدم تحفظ کی وجہ سے وہ کبھی دانوں پر نہیں لپکتا بلکہ اپنے دیگر ساتھیوں کو بھی خبردار کردے گا۔

موسم کی تبدیلی کا احساس سب سے پہلے پرندوں کو ہوتا ہے۔ موسم تبدیل ہونے کے ساتھ کچھ پرندے اچانک غائب ہو جاتے ہیں اور کچھ نئے ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ اک زمانہ تھا کہ کسان پرندوں کی نقل مکانی سے ہی موسم کے بدلنے کا اندازہ لگاتے تھے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ عدم تحفظ، حصول خوراک، نامناسب ماحول، آب وہوا وغیرہ ایسے عوامل ہیں جو حیوانوں میں نقل مکانی کا باعث بنتے ہیں۔ انسان تو معاشرتی حیوان ہے، جس کی فطرت میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ کسی بھی ماحول میں اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ آج اگر دنیا کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہر خطے میں ہر رنگ اور ہر نسل کا انسان موجود ہے۔ پیدائش سے لیکر مرنے تک انسان کبھی ایک جگہ نہیں رہتا۔ کبھی روزی کے لیے، کبھی تعلیم کے حصول کے لیے، کبھی سیر وتفریح کے لیے، کبھی کسی سیاسی یا مذہبی مجبوری کی وجہ سے انسان در بدر ہوتا رہتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے انسان اپنے شہر یا ملک میں دنیاوی معاملات حل کرنے میں راحت محسوس کرتا ہے۔ مگر بعض اوقات ہمیں دل پر پتھر رکھ کر اپنے عزیزوں، ساتھیوں، رشتہ داروں، ماں باپ، بہن بھائیوں، بچوں سے دور پردیس میں جا کر نئی دنیا آباد کرنا پڑ جاتی ہے۔ ملک چھوڑنے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں مگر وطن سے دور رہنے کی تکلیف ہر کسی کو ہوتی ہے۔ وطن عزیز سے کئی سیاسی شخصیات ملک بدر بھی ہوئیں، بعض سیاسی حالات کی وجہ سے خود ساختہ جلا وطنی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔ ملک بدر اور جلا وطن سیاستدان نے تو وطن واپس آ کر حکومت بھی کی اور جان بھی گنوائی اب بھی کچھ سیاستدان ملک سے باہر سیاسی منظر نامے میں کسی تبدیلی کا انتظار رہے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے وطن پہنچ کر ان کے حصے میں تخت آتا ہے یا تختہ.....؟ خیر ایسے سیاستدانوں، جرنیلوں، بیوروکریٹس اور ٹیکنو کریٹس کو ملک یا ملک سے باہر رہ کر کوئی خاص فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان کا معیار زندگی بغیر محنت مشقت والا کام کیے اسی شان و شوکت سے گزرتا ہے جیسے وطن عزیز میں......! یہی لوگ ملک کی معشیت کو تباہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

جس ملک کی معیشت تباہی کی تمام منازل طے کرچکی ہو تو وہاں پر رہنے والوں نے معاش کی تلاش میں کہیں تو جانا ہے۔ اگر ایک پرندے کو عدم تحفظ کا احساس ہو تو وہ نقل مکانی کر جاتا ہے، آب وہوا ساز گار نہ رہے تو کسی دوسری جگہ اڑان بھرتا ہے، تو کیا ایک انسان اپنے بہتر مستقبل کے لیے محفوظ نقل مکانی نہیں کرسکتا؟ یہی وہ لوگ ہیں جو دیار غیر میں جلا وطن، مہاجر اور غیر ملکی کے ناموں سے موسوم کیے جاتے ہیں۔ پرائے دیس میں آ کر اپنے دیس کا احساس اور بڑھ جاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک بچہ ماں سے دور ہو کر اس کی محبت کو دور سے محسوس کرتا ہے۔ دراصل یہ وہ لوگ ہیں جو وطن عزیز کی خدمت کسی سیاسی یا مذہبی رہنماء سے زیادہ کرتے رہے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج تک کسی ارباب اختیار نے اس بارے میں سوچنے کی زحمت ہی نہیں کی کہ کسی کو اپنا ملک چھوڑنے کی ضرورت ہی پیش کیوں آتی ہے؟ بلکہ سابقہ وزیراعظم نے تو کسی غیر ملکی ٹی وی چینل کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کسی سوال کے جواب میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ''یہ ملک چھوڑتے کیوں نہیں انہیں کس نے روکا ہے؟'' اگر کسی ملک کا سربراہ ایسی بات کہے تو اس سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ عوام کے کتنے خیر خواہ ہیں۔ پاکستان جسے بڑی قربانیوں، جدوجہد، محنت اور دعاؤں سے حاصل کیا گیا تھا۔ قائداعظم کے بعد اسے کوئی ایسا لیڈر میسر نہ آیا جو ملک کو عوامی امنگوں کے مطابق چلاتا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک دولخت ہوگیا اور باقی ماندہ ملکی حالات سے مجبور ہو کر جس کا بھی بس چلتا ہے نقل مکانی کر رہا ہے۔ مڈل ایسٹ، یورپ، امریکہ، کینڈا اور برطانیہ میں اس وقت ایک کثیر تعداد پاکستانیوں کی موجود ہے۔ برطانیہ سعودی عرب کے بعد دوسرا ملک ہے جہاں پاکستانیوں کی تعداد ایک ملین سے تجاوز کر چکی ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق برطانیہ میں پاکستانیوں کی تعداد 2031ء تک 2.63 ملین تک پہنچ جائے گی۔ اس وقت بین الاقوامی مہاجرین کو پناہ دینے میں کی تعداد میں برطانیہ دینا کے پہلے دس ممالک میں ساتویں نمبر پر ہے۔ برطانیہ میں صرف غیر یورپی باشندوں کی تعداد 256.9 فی مربع کلومیٹر ہو چکی ہے۔ برطانیہ میں غیر ملکی نژاد کا آبادی کے تناسب کے لحاظ سے بھارت 10 فیصد کے ساتھ سرفہرست ہے جبکہ پاکستان 5.5 فیصد کے ساتھ چوتھے نمبر پر ہے۔ برطانیہ میں مقیم غیر ملکی شہریوں کا تناسب کے لحاظ سے پولینڈ 15.2 فیصد کے ساتھ پہلے نمبر پر ہے جبکہ بھارت 7 . 5 فیصد کے ساتھ دوسرے اور پاکستان 3.8 فیصد کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ برصغیر سے برطانیہ آنے کا سلسلہ تو 17ویں صدی سے شروع ہوگیا تھا لیکن قیام پاکستان کے وقت بھی کافی لوگ برطانیہ منتقل ہوگئے۔ 1961ء تک صرف وہی لوگ برطانیہ آئے جو معاشی طور پر بڑے مستحکم تھے۔ اسی وجہ سے ان کی مجموعی تعداد بھی 25000 ہی تھی۔ جب 1962ء میں کامن ویلتھ امیگریشن ایکٹ نافذ کیا گیا تو ''ووچر سسٹم'' کے تحت عام لوگوں کو بھی برطانیہ آ کر کام کرنے کا موقع ملا۔ یہاں پر موجود پاکستانیوں نے اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور ساتھیوں کو ووچرز کے ذریعے برطانیہ بلانا شروع کر دیا جس کی وجہ سے برطانیہ میں پاکستانیوں کی تعداد میں یک لخت اضافہ دیکھنے میں آیا۔ 1960ء کے عشرے میں منگلا ڈیم بننے کی وجہ سے مقامی لوگوں کو زمین جائیدادوں سے محروم ہونا پڑا جس پر ان کو معاوضے کے طور پر نقد رقوم یا کوئی متبادل زمین دی گئی۔ اس پیسے کو لوگوں نے برطانیہ آنے کے لیے استعمال کیا۔ اس وقت ایک کثیر تعداد برطانیہ آ کر آباد ہوگئی۔ آج ان لوگوں کی دوسری تیسری نسل برطانیہ میں پروان چڑھ رہی ہے۔ معاشی طور پر ان کی حالت بہت مستحکم ہو چکی ہے۔ اس وقت وطن عزیز میں ٹریول ایجنسیوں کا کام بھی بہت عروج پر پہنچ گیا تھا۔ 1970ء کی دہائی میں مڈل ایسٹ جانے کا رجحان بھی کافی بڑھ گیا۔ سویلین کے ساتھ مسلح افواج بھی پیسہ وارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے، مختلف کورسز کرنے کے لیے بیرون ملک گئے۔ ضیاء الحق کے دور میں مڈل ایسٹ جانے والے فوجیوں سمیت سولین کی اجرت میں کافی کمی کر دی گئی۔ ملک کی معاشی حالت خراب ہوتی گئی جس کی وجہ سے معاش کی تلاش میں باہر جانے کا رجحان بڑھنا شروع ہو گیا۔ پاکستان کی معاشی حالت کے ساتھ اس کی ساکھ بھی خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔ جس کی وجہ سے پاکستانی پاسپورٹ کی قدر و منزلت کم سے کم تر ہونا شروع ہوگئی۔ برطانیہ بھی ان ممالک میں سے ایک تھا جہاں پاکستانیوں کے لیے ویزا نہیں بلکہ انٹری تھی پھر 1985ء میں پاکستانی پاسپورٹ پر ویزا لے کر برطانیہ آنا لازمی قرار دے دیا گیا۔ برطانیہ نے تو پھر بھی آدھی دنیا پر حکومت کی ہے اور آج بھی اس کا شمار دنیا کے چند'' چوہدری'' ممالک میں ہوتا ہے ہمیں تو بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا، ترکی، ایران، چین، کوریا، ملائیشیا بھی آسانی سے ویزا دینے کو تیار نہیں ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے جس عوام کی عزت اس ملک کے حکمران نہیں کریں گے اس کی دنیا والے بھلا کیسے عزت کر سکتے ہیں۔ بیچاری عوام ملک میں رہ کر بھی پستی ہے، ملک سے باہر نکلنے کے چکر میں یہ اپنا سب کچھ بیچ کر کسی بے رحم ایجنٹ کے ہاتھ چڑھ جاتے ہیں جو سب کچھ لوٹ کر رفو چکر ہو جاتے ہیں۔ آج ملک میں لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے عدالت عظمیٰ پر کافی دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ ان لاپتہ افراد میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو زندگی کی حسین اور پرآسائش بنانے کے لیے گھر سے نکلے۔ انہوں نے بیرون ملک والا ''شارٹ کٹ'' استعمال کیا مگر بدقسمتی سے وہ دور کے مسافر بن گئے۔ وہ اس ون وے پر چلے گئے جہاں واپسی کی ٹکٹ کسی کو نہیں ملتی۔ کئی غریب سمندر پار جا کر اپنے گھر والوں کی کفالت کرنے کا عزم لے کر گھر سے نکلے مگر سمندر پار تو نہ کر سکے......البتہ سمندر کی بے رحم موجوں میں ایسے غرق ہوئے کہ ان کے گھر والے آج تک ان کی یاد میں آنسوؤں کا سمندر بہا رہے ہیں۔ انسانی سمگلنگ کرنے والوں بے رحم لوگوں کے ہاتھوں اکثر غریب لوگ آجاتے ہیں پھر غیر قانونی طور پر بارڈر کراس کرواتے ہوئے حکام کے ہاتھ بھی چڑھ جاتے ہیں، بعض اوقات ان کو ٹرالوں میں خفیہ جگہوں میں چھپا کر 3، 4 دن کی لمبی مسافت میں تکلیف دہ حالت میں رکھا جاتا ہے۔ بیرون ملک پہنچنے کے شوق میں بیچارے ٹرالوں میں بھوکے پیاسے چھپے رہتے ہیں، حتیٰ کہ رفع حاجت کے لیے بھی وہ باہر نہیں نکل سکتے۔ اگر کوئی زندہ بچ جائے تو وہ منزل مقصود تک تو پہنچ جاتا ہے مگر اس کے بعد وہاں اس کا نیا امتحان شروع ہوجاتا ہے۔ اسائلم کرنا، کام کی اجازت نہ ہونے کے باوجود چوری چھپے کام کرنا یا جیسا بھی کام ملے کرنا پڑتا ہے، جس نے کبھی پانی بھی گلاس میں ڈال کر نہ پیا ہو اس کو لوگوں کی گاڑیاں اور برتن صاف کرنا پڑتے ہیں۔ ہفتے کے سات دن سولہ سولہ گھنٹے کام کرتے ہوئے مظلوم پردیسی عام ملتے ہیں۔ یہی لوگ جو پردیس میں آ کر محنت کر سکتے ہیں اگر ان کو محنت کا مناسب معاوضہ، عزت اور تحفظ اپنے ملک میں فراہم کیا جائے تو کسی کو باہر کے دھکے کھانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اکثر ایرانی حکام غیر قانونی طور پر داخل ہونے والے پاکستانی ہماری گورنمنٹ کے حوالے کرتے ہیں، استنبول میں آج بھی بہت سے پاکستانی اس امید پر ڈیرہ جمائے نظر آتے ہیں کہ شاید ترکی یورپی یونین میں آجائے۔ وہاں سے یونان جاتے بہت سے پاکستانی نوجوان دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ ترکی کی سرحد ایران سے ملتی ہے اور ایران کی پاکستان سے اور اسی وجہ سے ترکی کو آج تک یورپی یونین میں شامل نہیں کیا گیا۔ انہیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری قوم پیدل ہی ان تک نہ پہنچ جائے۔ ہماری قوم کچھ جذباتی اور کچھ انتہا پسند ہے جس کام کے پیچھے پڑ جائے اس کا حشر کر دیتی ہے۔ ملک سے باہر جانے کے معاملے میں بھی ہمارا رویہ ایسا ہی ہے۔ آج دنیا کے بیشتر ممالک میں داخل ہونے کے لیے ہمیں مشکلات کا سامنا ہے۔ دہشت گردی کے واقعات کے بعد گرین پاسپورٹ کو بہت زیادہ سکین کیا جاتا ہے۔

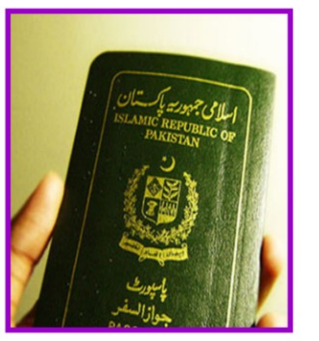

دنیا کے دیگر ممالک کی طرح برطانیہ نے بھی ویزا پالیسی میں کافی ترامیم کیں ہیں۔ ایک وقت تھا جب اسلام آباد میں برطانوی سفارت خانہ تھا۔ اسی دن ویزا لگا کر دے دیتے تھے مگر آج سارے کاغذات دبئی بھیجے جاتے ہیں جو اچھی خاصی ویزا فیس لے کر انکار کر دیتے ہیں۔ اس میں قصور کچھ ہمارا اپنا بھی ہے۔ سٹوڈنٹ ویزا کا مقصد طالب علموں کا برطانیہ جا کر پڑھنا تھا۔ اس میں کچھ خاص پچیدگیاں بھی نہ تھیں۔ طالب علموں کو برطانیہ میں کام کرنے کی اجازت تھی اس کے ساتھ طالب علم پڑھائی کے دوران اپنے لائف پارٹنر کو بھی برطانیہ بلوا سکتا تھا۔ جسے فل ٹائم کام کرنے کی بھی اجازت تھی۔ یوں پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنی ازدواجی زندگی بھی انجوائے کرنا بڑی آسان تھی۔ تعلیم مکمل ہونے پر اگر کوئی کام مل جاتا تو لوگ یہاں بھی رہ سکتے تھے۔ مخصوص وقت کے بعد یہاں کی شہریت بھی لے سکتے تھے۔ برطانوی حکومت کی اس نرم پالیسی کا کرپشن مافیا نے غلط فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ برطانیہ میں بہت سے بوگس کالج کھولے جن کا اندراج کاغذوں کی حد تک تو تھا مگر حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہ ہوتا۔ اس کے بعد پاکستان میں ایجنٹ کے ساتھ مل کر انہیں بوگس کالجوں کے ایڈمشن کروائے گئے۔ میٹرک فیل افراد بھی سٹوڈنٹ ویزا پر ادھر آ گئے اور ہر سال اس میں اضافہ ہوتا گیا۔ بوگس کالج کے ذریعے برطانیہ میں آنے والے سٹوڈنٹس کا سکینڈل سب سے پہلے بھارت سے آیا۔ برطانیہ سے کچھ لوگ بھارت گئے جہاں پر سٹوڈنٹ ویزا ایسے بک رہا تھا جیسے رمضان میں کھجوریں۔ اس کے بعد برطانیہ میں جعلی کالج اور دو نمبر سٹوڈنٹس کا کریک ڈاؤن ہونا شروع ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نئی ویزا پالیسی کے تحت سٹوڈنٹس کا انٹرویو بھی ہوگا، برطانیہ میں کام کی اجازت نہ ہونے کے برابر ہوگی، دوران تعلیم لائف پارٹنر کو بلانے کی اجازت بھی نہیں ہوگی، فیس بڑھا کر تین گناہ کر دی۔ نئی سٹوڈنٹ ویزا پالیسی جو 6 اپریل 2012ء سے نافذ کی گئی ہے تحت گریجوایشن یا پوسٹ گریجوایشن کے لیے برطانیہ میں رہنے کی زیادہ سے زیادہ معیاد 5 سال ہوگی۔ اس کے بعد طالب علم کو ملک چھوڑنا ہوگا یا برطانیہ میں کم سے کم £35000 سالانہ آمدنی کی نوکری ظاہر کرنا ہو گی۔ لندن میں داخلہ لینے کی صورت میں رہائش، کھانے پینے اور ذاتی خرچہ کے لیے کم از کم £1000 ماہانہ اور لندن سے باہر داخلے کی صورت میں £800 ماہانہ کی رقم کے بندوبست کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔ یونیورسٹیوں کی فیسیں پہلے سے ہی £9500 سے زائد کر دیں گئیں ہیں۔ جبکہ پرائیویٹ کالجز اور اداروں کی فیسیں بھی £10000 سے £17500 فی سیمیسٹر کر دیں گئیں ہیں۔ اس طرح کی اور بہت سی پچیدگیاں جس کے بعد اب صرف وہی لوگ تعلیم حاصل کرنے برطانیہ آسکیں گے جو سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہوتے ہیں۔

ملک چھوڑنے کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں مگر وطن سے دور رہنے کی تکلیف ہر کسی کو ہوتی ہے

یہی وہ لوگ ہیں جو دیار غیر میں جلاوطن، مہاجر اور غیر ملکی کے ناموں سے موسوم کیے جاتے ہیں

2010-2011 میں پاکستان سے 41000 افراد نے سٹوڈنٹس ویزا اپلائی کیا جن میں سے 30 فیصد کو ویزا جاری نہ کیا گیا۔ برطانوی امیگریشن ماہرین کے مطابق سٹوڈنٹ ویزا پر آ کر واپس نہ جانا معمول کی بات بن گئی ہے نئی ترامیم کا مقصد جعلی سٹوڈنٹس کو ملک میں آنے سے روکنا ہے۔ اسی طرح سپورٹس مین کو بھی بڑی آسانی سے ویزا مل جاتا تھا۔ اگر کوئی یہ ثابت کر دیتا کہ اس نے ایک بھی فرسٹ کلاس میچ کھیلا ہے تو اس کو ویزا مل جاتا، اس کا ناجائز استعمال یہ ہوا کہ ڈومیسٹک کرکٹ کے بڑے عہدے داران نے لاکھوں روپے لے کر ایسا سرٹیفیکیٹ جاری کیے جس میں یہ لکھا ہوتا کہ مذکورہ شخص کلب کرکٹر ہے۔ میچ کھیلنے کے لیے آئی ٹیم کے کھلاڑی غائب ہوئے۔ ایسے فنکار لوگوں کو کسی پرفارمنس کرنے کی وجہ سے پورے طائفے سمیت با آسانی ویزا دیا جاتا تھا مگر انسانی سمگلنگ کے چند واقعات ایسے ہوئے کہ اس کے بعد فنکار کو بھی آسانی سے برطانیہ آنے کی سہولت سے محروم کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ کتنی مدت سے برطانیہ میں کوئی ایسا شو، ڈرامہ یا کنسرٹ نہیں ہوا جس میں زیادہ لوگ پاکستان سے آئے ہوں۔ ابرار الحق کی مئی کے آخر میں پرفارمنس بھی لوکل بینڈ کے ساتھ ہوئیں۔ اس کے بعد بزنس ویزا میں بھی کیپیٹل بڑھا دیا گیا تا کہ اب کوئی بزنس ٹرپ پر بھی ادھر آنے سے پہلے سوچے۔ فیملی وزٹ اور نارمل وزٹ ویزے کی پالیسی بھی اب بہت تبدیل کی گئی ہے۔ سپوز ویز کے لیے اب سالانہ آمدنی کم از کم £18500 کر دی گئی ہے اگر بچہ بھی ساتھ ہے تو اس کے لیے £400 ماہوار فی بچہ مزید اس میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی زبان سیکھنا بھی لازمی ہے۔

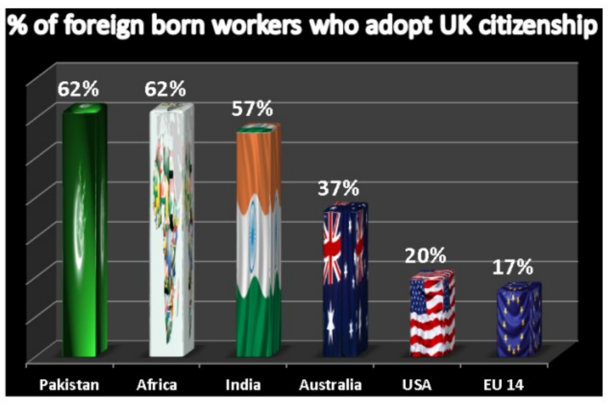

ہر راستہ تنگ کر کے برطانوی حکومت نے جب یہ دیکھا کہ ساؤتھ ایشن شادی کر کے بھی ادھر آتے جا رہے ہیں اور ان کی آبادی میں اضافے کا باعث بن رہے ہیں تو انہوں نے جبری شادی کا قانون نکالنے کا منصوبہ بنالیا۔ اس قانون میں ایسا تاثر دیا جا رہا ہے کہ ارینج میرج زبردستی کی شادی ہے۔ جبری شادی میں ملوث والدین کو پانچ برس جیل بھی ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ لائف پارٹنرز کو برطانیہ بلانے کے لیے کافی پیچیدہ مراحل سے گزرنا ہوگا۔ سپیوز ویزا کے لیے سٹوڈنٹ ویزا کی طرح اب انگریزی زبان میں مہارت ہونا لازمی ہوگا۔ یہاں پیپر میرج اور سیر کے بہانے پاکستان لے جا کر زبردستی شادی کے چند واقعات کا انکشاف ہوا جس کے بعد ڈیوڈ کیمرون نے خود جبری شادی کے خلاف قانون بنانے کا اعلان کیا۔ اگر غور کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ برطانوی حکومت اب مزید امیگرینٹس کو برداشت نہیں کرے گی۔ ان کا خیال ہے کہ امیگرینٹس ملک کی معاشی بدحالی کی بنیادی وجہ ہیں۔ ملک میں کرائمز کے حالیہ سروے میں بھی یہ بات سامنے آئی ہے کہ امیگرینٹس جرائم میں زیادہ ملوث پائے جاتے ہیں۔ کسی حد تک یہ بات درست ہے مگر جہاں تک ساؤتھ ایشن باشندوں کا تعلق ہے ان کی اکثریت برطانوی معیشت کے لیے بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اصل میں جب سے ایسٹ یورپین کو یورپی یونین میں شامل کیا گیا ہے برطانیہ میں ان کی تعداد، جرائم کی شرح اور معاشی بحران کا تناسب تیزی سے بڑھا ہے۔ سب سے زیادہ برطانیہ سے پیسے بھیجنے والوں کا تعلق پولینڈ سے ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ ہمارے لوگوں نے ناجائز طریقے استعمال کر کے حقدار اور غریب طالب علموں کے برطانیہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع کو مشکل ترین بنا دیا ہے۔ بوگس بزنس پیپرز کی وجہ سے عام بزنس مین کی برطانیہ کی مارکیٹ تک رسائی مشکل ہوگئی۔ علاج معالجے کے لیے آنے والوں کے لیے بھی اب حالات سازگار نہیں کیونکہ پچھلے چند برسوں میں برطانیہ میں وزٹ پر آئے کافی لوگ مفت علاج کروا کر چلتے بنے۔ اس وقت برطانیہ میں 49 لاکھ غیر یورپی تارکین وطن مقیم ہیں جن میں پاکستانیوں کی تعداد 10 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ ملک کی بگڑتی ہوئی معاشی حالت برطانوی حکمرانوں کے لیے دردسر بن گئی ہے اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنے کی بجائے ان کا سارا فوکس ہی تارکین وطن ہیں۔ اس کے لیے یو کے بارڈر ایجنسی کے افسران کو نئے اختیارات تفویض کر دیے گئے ہیں۔ اب ویزا کے باوجود برطانیہ میں داخلے سے روکا جا سکے گا۔ ویزا کی عرضی نامنظور ہونے کی صورت میں عدالت میں اپیل کرنے کا حق بھی ختم کیا جا رہا ہے۔ اب برطانیہ کے ویزے کے حصول کے لیے آن لائن عرضی دینا ہوگی۔ جہاں لوڈ شیڈنگ سے جان نہ چھوٹے وہاں آن لائن اپلائی کرنا بھی ہمالیہ سر کرنے کے مترادف ہوگا۔ نئے قوانین سے تارکین وطن کی مشکلات میں بھی اضافہ ہوگا جن میں کسی حد تک ان کا اپنا قصور بھی ہے۔ ماضی کے قوانین میں موجود بعض خامیوں یا قانونی سقم کا ناجائز فائدہ اٹھایا گیا۔ یہاں مدتوں رہ کر بھی انگریزی زبان سیکھنے پر توجہ نہ دی۔ اسی وجہ سے اب تارکین وطن کو سٹیزن شپ ٹیسٹ کے لیے نئے ویژن کے تحت قومی ترانے کا پہلا حصہ زبانی یاد کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ برطانیہ کی تاریخ، ثقافت اور ادب کے متعلق بھی معلومات ہونا بھی لازمی ہوگا۔ نئے سٹیزن شپ ٹیسٹ میں ملکہ برطانیہ کا بھی ایک سیکشن شامل ہوگا جس میں بالخصوص God Save the Queen خدا ملکہ کی حفاظت کرے کے شروع کے چند اشعار زبانی یاد ہونا ضروری کر دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مشہور ادیبوں، اداکاروں، ڈرامہ نویسوں مثلاً ولیم شیکسپیئر کے حالات زندگی منہ زبانی یاد ہونا ضروری ہونگے۔ اس ٹیسٹ کی فیس بھی £50 مقرر کر دی گئی ہے۔ ان تمام اصلاحات کا مقصد تارکین وطن کو برطانیہ آنے سے روکنا اور جو یہاں آباد ہیں ان کو مزید فعال بنانا ہے۔ لندن اولمپکس 2012ء میں سیکیورٹی سب سے بڑا خدشہ ہے جس سے نبٹنے کے لیے برطانیہ کی تمام سیکیورٹی ایجنسیز اور حساس ادارے متحرک نظر آرہے ہیں۔

MI5 کے سربراہ کی وارننگ کے بعد لندن اور دیگر شہروں میں نگرانی کڑی کر دی گئی ہے۔ اس ضمن میں لندن میں مختلف جگہوں پر چھاپے مارے گئے اور گرفتاریاں بھی عمل میں آئیں۔ گرفتار ہونے والوں میں عمران نامی پاکستانی بھی شامل ہے۔ اسی طرح G4S سیکیورٹی کمپنی سے بھی 2 سیکیورٹی اہلکار امیگریشن حکام کے حوالے کیے گئے جو اولمپکس ایریا میں تعینات کیے گئے تھے ان کے پاس برطانیہ رہنے کا جواز موجود نہ تھا بدقسمتی سے دونوں لڑکوں کا تعلق پاکستان سے ہے۔ ایسا ہی واقعہ ہوم آفس میں بھی پیش آچکا ہے جہاں مدتوں ڈیوٹی کرنے والا سیکیورٹی اہلکار بغیر ویزے کے تھا۔ اس کا بھی تعلق پاکستان سے نکلا۔ ایسے واقعات کے ہونے سے پاکستانی کیمونٹی پر زیادہ کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے۔ متعدد بار محض شک کی بنا پر پکڑے گئے پاکستانی ملک سے ڈیپورٹ کر دیے گئے جس پر پاکستانی حکومت نے بھی خاموشی اختیار کر کے ناانصافی میں شراکت کا ثبوت دیا۔ پاکستانی حکومت کا برطانیہ یا دیگر ممالک میں مقیم پاکستانیوں کے حقوق کے حوالے سے چشم پوشی ایک عام سی بات بن چکی ہے۔ بیچارے پاکستانی عوام اپنے ملک بھی ان کے ستم کا نشانہ بنتے ہیں جب ظلم و ناانصافی سے تنگ آ کر ملک چھوڑنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو ان کو ملک سے باہر جاتے ہوئے بھی بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر کسی طرح وہ منزل مقصود پر پہنچ جائیں تو وہاں بھی سبز پاسپورٹ کو سرخ جھنڈی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دہشت گردی اور انتہا پسندی نے ہمارے لیے دنیا میں مزید مسائل کو جنم دیا ہے۔ ہمارے کسی برے فعل کا بین الاقوامی میڈیا میں بڑا چرچا کیا جاتا ہے۔ مگر اس بات کی تشہیر نہیں جاتی کی بیرون ممالک مقیم پاکستانیوں کی کیا مثبت خدمات ہیں۔ اگر صرف برطانیہ کا جائزہ لیا جائے تو یہاں لاتعداد پاکستانی سول سوسائٹی میں اعلیٰ مقام پر ہیں جن میں بہترین ڈاکٹرز، وکیل، انجینیئرز، بزنس مین، سیاست دان وغیرہ شامل ہیں۔ اس وقت بھی برطانوی پارلیمنٹ میں پاکستانی خواتین وحضرات کو نمائندگی حاصل ہے۔ اگر ہر پاکستانی ممبر آف پارلیمنٹ لارڈ نذیر احمد کی طرح متحرک اور فعال ہو کر پاکستان اور کشمیر کی مثبت نمائندگی کرے تو تارکین وطن کے موجودہ مسائل میں کسی حد تک کمی آسکتی ہے۔ برطانیہ نے جو اصلاحات اب نافذ کی ہیں جرمنی یہ تمام اصلاحات 10 برس قبل ہی کر چکا ہے۔ اسی لیے برطانیہ میں جرمنی سے آنے والے لوگوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ تارکین وطن کے لیے نئی نئی اصلاحات نافذ کرنے والوں کو اس بات پر بھی توجہ دینی چاہیے کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے کوئی اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور ہوتا ہے۔ پاکستانی حکومت سمیت دنیا کے دیگر ممالک کی حکومتوں کو بھی اس بارے میں سوچنا ہو گا۔ قانون، اصلاحات اور پچیدگیاں بڑھانے سے مسئلے حل نہیں ہونگے ایک راستہ بند کریں وہ کوئی اور راستہ ڈھونڈ لیں گے۔ ایجنٹوں کے ریٹ برطانیہ کے لیے اگر 25 لاکھ ہیں تو وہ اپنا ریٹ اور بڑھا دیں گے۔ مگر سلسلہ نہیں رکے گا۔ اس کے لیے پسماندہ ملکوں کے بنیادی مسائل ختم کرنے پر توجہ دینا ہوگی۔ مگر جب ارباب اختیار سمیت دنیا کے ترقی یافتہ ممالک ہی مسائل پیدا کرنے کا موجب ہوں تو اس کا حل کبھی نہیں نکل سکتا لیکن ان تمام اسباب ونتائج کے باوجود ایک بات تو صاف نظر آرہی ہے کہ برطانیہ غیر ایشیائی باشندوں کے ساتھ وہی سلوک کرنے جارہا ہے جو اس سے پہلے پاکستانیوں کے ساتھ گلف کی ریاستوں میں ہو چکا ہے۔ گلف جہاں کل تک پاکستانی راج کرتے تھے اب وہاں بھارت اور بنگلہ دیش کی سستی لیبر کا طوطی بولتا ہے۔ برطانیہ کو بھی سستی ترین لیبر مشرقی یورپ سے دستیاب ہو رہی ہے جس کی وجہ سے آنے والے چند سالوں میں برطانیہ ایشیائی باشندہ کو مکمل نظر انداز کر کے اپنا رخ مشرقی یورپ کی طرف کر لے گا وہی مشرقی یورپ جو دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے بعد آج تک اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکا۔

برطانوی حکومت اب مزید امیگرینٹس کو برداشت نہیں کرے گی

یہ وہ لوگ ہیں جو وطن عزیز کی خدمت کسی سیاسی یا مذہبی رہنماء سے زیادہ کرتے رہے ہیں

برطانیہ میں پاکستانیوں کی تعداد 2031ء تک 2.63 ملین تک پہنچ جائے گی

1985ء میں پاکستانی پاسپورٹ پر ویزا لے کر برطانیہ آنا لازمی قرار دے دیا گیا

میٹرک فیل افراد بھی سٹوڈنٹ ویزا پر برطانیہ آ گئے اور ہر سال اس میں اضافہ ہوتا گیا

بین الاقوامی مہاجرین کی تعداد والے دنیا کے پہلے 10 ممالک

1۔ امریکہ
2۔ روس
3۔ جرمنی
4۔ سعودی عرب
5۔ کینیڈا
6۔ فرانس
7۔ برطانیہ
8۔ سپین
9۔ بھارت
10۔ یوکرائن

ملک کا نام	غیر ملکی شہریت کے حامل افراد کا برطانوی آبادی میں تناسب
پولینڈ	15.2 فیصد
بھارت	7.5 فیصد
پاکستان	3.8 فیصد
امریکہ	3.4 فیصد
جرمنی	2.9 فیصد
لتھنیا	2.9 فیصد
اٹلی	2.7 فیصد
پرتگال	2.6 فیصد
فرانس	2.5 فیصد
نائجیریا	2.4 فیصد

یورپی ملک کا نام	فی مربع کلومیٹر پر غیر یورپی باشندوں کی تعداد
سپین	93.5 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر
برطانیہ	256.9 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر
اٹلی	199.9 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر
جرمنی	230 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر
فرانس	99.4 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر
چیک ریپبلک	132.1 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر
سویڈن	21.2 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر
یونان	86 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر
آسٹریا	100.6 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر
ہالینڈ	398.5 غیر یورپی باشندہ فی مربع کلومیٹر

سال	برطانیہ میں برٹش پاکستانیوں کی تعداد
1951	10,000
1961	25,000
1971	119,000
1981	296,000
1991	477,000
2001	747,000
2011	ایک ملین سے زائد
2031	2.63 ملین (تخمینہ)

جس ملک میں پیدا ہوئے	غیر ملکی نژاد کا برطانوی آبادی میں تناسب
بھارت	10 فیصد
پولینڈ	8.5 فیصد
آئرلینڈ	5.5 فیصد
پاکستان	5.5 فیصد
جرمنی	4.2 فیصد
بنگلہ دیش	2.8 فیصد
امریکہ	2.7 فیصد
ساؤتھ افریقہ	2.6 فیصد
نائجیریا	2.5 فیصد
جمیکا	1.9 فیصد

Desined by: Awais Saeed